دستورِ جماعت کی اہم بنیادیں

ان دستوری تجاویز میں اسلام کے شورائی نظام کے اصول' مزاج اور روح کو سمجھ کر اپنے نظامِ جماعت کی ضروریات پر ان کو منطبق کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے' اس میں دو باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ایک یہ کہ جن دستوری نکات کے بارے میں کوئی واضح نص موجود ہے' ان میں نص کی پوری پابندی کی جائے۔

دوسرے یہ کہ جن دستوری نکات کا کوئی قطعی فیصلہ نص میں نہیں کیا گیا ہے' ان میں متعدد مباح صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر لی جائے جو ہمارے جماعتی نظام اور ہمارے موجودہ حالات کے لحاظ سے موزوں ترین ہو۔

جہاں تک پہلی چیز کا تعلق ہے' اس میں کوئی ردّوبدل کرنے کے ہم مجاز نہیں ہیں۔ البتہ دوسری قسم کے معاملات میں تمام ارکانِ جماعت کو غور کرنا چاہیے کہ آیا وہ تجاویز درست ہیں جو مجوزہ دستور میں درج کی گئی ہیں' یا وہ اپنے پاس ان سے بہتر کچھ تجاویز رکھتے ہیں۔

مثلاً یہ بات منصوص ہے کہ جماعتی زندگی میں تمام اہم معاملات کا فیصلہ مشورے سے کیا جائے۔ اس چیز کی پابندی پر ہم مجبور ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ مجوزہ دستور میں اوپر سے نیچے تک نظامِ جماعت کے ہر درجے میں مشورے کو لازم کیا گیا ہے۔

لیکن مشورے کا کوئی تفصیلی ضابطہ منصوص نہیں ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ممکن اور مباح ہیں۔ خلافتِ راشدہ میں جو صورتیں اختیار کی گئی تھیں وہ سب بھی منصوص نہ تھیں' بلکہ چند مباح صورتوں کو حالات و ضروریات کے لحاظ سے اختیار کر لیا گیا تھا۔ ہمارے لیے بالکل جائز ہے کہ اپنے حالات و ضروریات کے لحاظ سے ہم کچھ دوسری صورت میں مباح صورتیں اختیار کر

لیں۔

خلافتِ راشدہ میں کچھ مخصوص اسباب کی وجہ سے اہلِ حل و عقد آپ سے آپ معلوم تھے۔ اس وقت ان کے انتخاب کی حاجت نہ تھی۔ اب ہم اپنی ضروریات کے لحاظ سے اہلِ شوریٰ کے انتخاب کا ایک ضابطہ تجویز کر سکتے ہیں۔ آپ اس ضابطے کے لیے نص نہ تلاش کریں' بلکہ یہ دیکھیں کہ بہت سی ممکن و مباح صورتوں میں سے جو صورت مسودے میں تجویز کی گئی ہے آیا وہی مناسب ہے یا آپ کی رائے میں کوئی دوسری صورت اس سے مناسب تر ہے؟

اسی طرح مجلسِ شوریٰ کے لیے جو آئینی طریقِ کار تجویز کیا گیا ہے اس کی بیش تر تفصیلات بھی مباحات کے قبیل سے ہیں۔ آپ چاہیں تو ان کے بجائے دوسری متبادل صورتیں مباحات میں سے سوچ سکتے ہیں۔ مگر کسی تجویز کو نہ اس بنا پر رد کر دیجیے کہ یہ طریقہ خلافتِ راشدہ میں رائج نہ تھا اور نہ کسی دوسری تجویز پر صرف اسی لیے اصرار کیجیے کہ یہی طریقہ اس زمانہ میں رائج تھا۔ البتہ آپ کو یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ اس وقت ہمارے لیے ان مباح طریقوں میں سے کون سا طریقہ مناسب ہے جو اسلامی نظام کے شورائی مزاج سے قریب ترین مناسبت بھی رکھتا ہو اور ہمارے حالات و ضروریات کے لحاظ سے بھی موزوں ترین ہو۔

یا مثلاً امارت کے باب میں جو کچھ نص سے ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر اجتماعی ہیئت ایک امیر یا امام کے تحتِ امر ہونی چاہیے' اور اس کو زمامِ کار سونپنے کے بعد اس کی اطاعت فی المعروف ہونی چاہیے۔ نیز یہ اصول بھی نصوص کے اشارات اور صدرِ اوّل کے تعامل سے ثابت ہے کہ یہ صاحبِ امر جماعت کا معتمد علیہ ہونا چاہیے' اور اسے اسی وقت تک صاحبِ امر رہنا چاہیے جب تک اسے جماعت کا اعتماد حاصل رہے۔ ان اصولی باتوں میں ہم کوئی ردّوبدل نہیں کر سکتے۔

اب رہے یہ سوالات کہ امیرِ جماعت کا انتخاب بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ ؟ طریقِ انتخاب کیا ہو ؟ انتخاب کسی مدت کے لیے ہو یا بلاتعینِ مدت ؟ امیر کو کن حالات میں معزول کیا جا سکتا ہے اور اس کا ضابطہ کیا ہے ؟ امیر اور شوریٰ میں اختلافات کی مختلف ممکن صورتوں کا کیا حل ہے ؟ جماعت کا اعتماد کھو دینے کی صورت میں امیر اور مجلسِ شوریٰ' دونوں میں سے ہر ایک کو کیا کرنا چاہیے ؟ اور امیر کے اختیارات کن حدود سے محدود ہونے چاہئیں ؟ یہ اور اس طرح کے متعدد دوسرے دستوری سوالات ان امور میں سے ہیں جن میں شریعت نے ہم کو کسی ایک طریقِ کار کا پابند نہیں کر دیا ہے۔ اس لیے ہم بہت سی مباح صورتوں میں سے کسی ایک کو اپنے حالات و ضروریات کے

لیے موزوں ترین دیکھ کر اختیار کر سکتے ہیں۔ رفقاءِ جماعت کو چاہیے کہ اسی نقطۂ نظر سے ان سوالات کے جوابات مجوزہ دستور میں تلاش کریں اور ان پر غور کر کے رائے قائم کریں کہ آیا کسی کا اس سے بہتر جواب ان کی نگاہ میں ہے ؟

مجوزہ دستور پر غور کرتے وقت رفقاء کو تین چار باتیں اور بھی ذہن میں رکھنی چاہیں :

اوّل یہ کہ جماعت کے ارکان اور کارکنوں کا جو اخلاقی معیار اس وقت ہے' صرف اسی کو سامنے رکھ کر نہ سوچیں' بلکہ ایسے حالات کو بھی نگاہ میں رکھیں جب کہ خدانخواستہ اس معیار میں کچھ تنزل رونما ہو جائے۔ اس امکان کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور کرنا چاہیے کہ جو احتیاطی تدابیر اس دستور میں تجویز کی گئی ہیں وہ کس حد تک کافی اور مناسب ہیں۔ امکانات کا یہ پہلو نگاہ میں نہ رہنے سے اندیشہ ہے کہ ہمارے بہت سے رفقاء کو متعدد احتیاطی تدابیر جماعت کی موجودہ حالت کے لحاظ سے غیر ضروری محسوس ہوں گی۔

دوم یہ کہ "طریقِ کار" کے عنوان سے جماعت کی جس پالیسی کو مجوزہ دستور میں واضح کیا گیا ہے' اس کا بڑا حصہ اصولاً صرف ان حالات سے تعلق رکھتا ہے جب کہ ملک کے سیاسی نظام میں جمہوری طریقوں سے کام کرنا کسی درجہ میں بھی ممکن ہو۔ ان حالات کے بدل جانے کی صورت میں طریقِ کار کے متعدد اجزاء پر نظرثانی کی جا سکتی ہے' مگر اس کی فی الوقت کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سوم یہ کہ اس جماعت کی حیثیت بعینہٖ "اُمّت" کی سی نہیں ہے۔ بلکہ امّت کے اندر ایک ایسی جماعت کی سی ہے جو فریضۂ اقامتِ دین سے امّت کی عام غفلت کو دیکھ کر اس لیے منظم کی گئی ہے کہ اس فریضے کو ادا کرنے کے لیے خود کوشش کرے' اور بتدریج پوری امّت کو اپنی اس کوشش میں شریک کر لے۔ اسی بنا پر رکنیت کی شرطیں' ارکان کے فرائض' ارکان کے حقوق' اور جماعت سے ارکان کی علیحدگی کے بارے میں آپ کو متعدد ایسی چیزیں نظر آئیں گی جو "رکنِ جماعتِ اسلامی" اور "فردِ ملت" کی حیثیتوں کو خلط ملط کر دینے کی صورت میں وجہ پریشانی بن سکتی ہیں۔ لہٰذا اس اختلاطِ حیثیات سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

چہارم یہ کہ اس جماعت کے اصول اور مزاج کو دنیا کی دوسری جماعتوں کے اصول اور مزاج سے کوئی مناسبت نہیں ہے' اس لیے اس کے دستوری خاکے پر غور کرتے ہوئے دوسری جماعتوں کے دستوری طریقے آپ بھول ہی جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر ان کی نظیریں آپ کے ذہن میں

بقیہ بر صفحہ ۳۸